نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظامِ تربیت
تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

پروفیسر حافظ محمد ریحان حسان
گورنمنٹ ڈگری بوائز کالج، زمان آباد، لانڈھی ۴، کراچی

Abstract

The religion of Islam gives much more importance to educate and to build the mental, physical and moral charecraristics of its followers.It is most essential th the nation must be brought upon the most perfect mode of to have a better and poditive society.The Holy Quran and the traditions of the Holy Prophet (Peace Be Upon Him) give us numerous guidelines in regards to the upbringing and the grooming of the Muslim nation. the life pattern of the Holy Prophet (Peace Be Upon Him) upholds many examples to indicate that he used to behave and treat its followers with kindness and affection. In this article we study the way, the Holy Prophet (Peace Be Upon Him) applied to train His companions and the Islamic code of lif.

مری انتہائے نگارش یہی ہے کہ ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں میں

آغازِ کلام:

اسلام ایک ایسا دینِ فطرت ہے جو زندگی کے تمام تر معاملات میں ہمہ گیریت رکھتا اور

رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ریاست ہو یا سیاست، معیشت ہو یا معاشرت، عدالت ہو یا وکالت، اسلام کے جامع احکامات ہر جگہ واضح انداز میں موجود ہیں۔ معاملاتِ زندگی کا کوئی مخفی گوشہ ایسا نہیں ہے کہ جسکے بارے میں اسلام خاموش ہو، اور قابلِ عمل رہنمائی میسر نہ کرتا ہو۔ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق اتنی تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ دنیا دین اسلام کی تعلیمات کی جامعیت پر حیرت زدہ ہے، اور انگشت بدنداں ہے۔

اگر آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالی جائے اور سیرت مقدسہ کا غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ محبوبِ سبحانی ﷺ نے پورے دین کو صرف سمجھایا ہی نہیں بلکہ اسکے اوپر عمل کر کے بھی دکھایا۔ حتیٰ کہ قضائے حاجت جیسے کم درجے کے اعمال بھی آپ ﷺ واضح طریقے سے بتا دیئے تا کہ زندگی کا کوئی بھی عمل تعلیمات ﷺ سے خالی نہ رہ جائے۔

آپ ﷺ کے بعد آپکے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ پاکیزہ اور مقدس نفوس تھے جنہوں نے السابقون الاولون کے کردار کو اتنے حسن و خوبی کے ساتھ، مکمل، واضح اور جامع انداز سے نبھایا کہ رہتی دنیا تک اقوام عالم انکی پیروی کرتی رہیں اور انکے نقش قدم پر چل کر دین و دنیا کی کامیابیاں سمیٹتی رہیں۔ انہوں نے اپنی زندگیاں دین پر گزار کر امت کو یہ بات سمجھادی کہ دین بالکل واضح ہے اور اس کی تعلیمات میں کوئی پیچیدگی ابہام نہیں ہے۔

اسکے باوجود اگر امتِ مسلمہ کے آج کے منظرنامہ کو دیکھا جائے تو افراتفری اور نفسا نفسی کا وہ عالم دکھتا ہے کہ الامان والحفیظ، کانوں کو ہاتھ لگایا جائے، ایک ایسا انتشار ہے کہ جو بغیر کسی بڑے انقلاب کے یا بغیر کسی مسیحا کے درست ہونا ممکن نہیں۔ من حیث المجموع پوری امت مسلمہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگی ہوئی ہے، ایک مسلم ملک، برادر مسلم ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہا ہے، اسکے کافر دشمنوں کے ساتھ اتحاد کر رہا ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے برسرپیکار ہے، مسلم ممالک کے اندر قتل و غارت گری ہو رہی ہے، دہشت گردی کا عفریت چاروں طرف چھایا ہوا ہے، بدعنوانی اور رشوت ستانی تمام محکموں کے اندر ڈیرے ڈالی ہوئی ہے، امیر انصاف کو خرید رہا ہے جبکہ غریب انصاف کو ترس رہا ہے، چاروں طرف امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی اور مسلمانوں کو اپنا مستقبل تاریک ہی نہیں بلکہ گھٹا ٹوپ تاریک نظر آرہا ہے۔

میری ناقص عقل اور رائے کے مطابق اس المناک صورتحال کی جہاں اور کئی وجوہات

ہیں وہاں ایک بڑی اور اہم وجہ، معاشروں سے دینی اقدار کا خاتمہ اور خصوصا تربیت کا نہ ہونا بھی ہے، گزشتہ ادوار میں والدین اور اساتذہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ہر قسم کے جتن اٹھایا کرتے تھے، ان کے حوالے سے تکالیف برداشت کیا کرتے تھے، اور بوقت ضرورت بغرض تہذیب انکی جسمانی سرزنش بھی روا رکھتے تھے، انکے نزدیک سب سے اہم سوال یہ ہوا کرتا تھا کہ بچے میں آداب واخلاق کتنے ہیں، بڑوں کا ادب کتنا کرتا ہے، بدتمیز تو نہیں ہے، ماں باپ کا کہا مانتا ہے یا نہیں، بلا وجہ لڑائی جھگڑا تو نہیں کرتا، گالم گلوچ کی زبان تو استعمال نہیں کرتا، کن بچوں کے ساتھ اٹھ رہا ہے، کن کے ساتھ بیٹھ رہا ہے، ان تمام چیزوں پر والدین اور سرپرست حضرات کی گہری نظر ہوا کرتی تھی، مگر رفتہ رفتہ والدین کی گرفت اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت پر ڈھیلی پڑتی گئی اور دنیاوی مشاغل زیادہ ہوتے چلے گئے اور اولاد کی تعلیم وتربیت کی فکر ثانوی حیثیت اختیار کر گئی اور ہوتے ہوتے معاملہ یہاںتک آ پہنچا کہ وہ اولاد جو کبھی بہترین تعلیم وتربیت کی وجہ سے اپنے والدین سے نظریں نہیں ملاتی تھی آج وہ انکے بالمقابل کھڑی ہوئی ہے، ترکی بہ ترکی جواب دیتی ہے، انکی بات میں دس سوال نکالتی ہے اور اپنی من مانی کر کے من چاہی حرکتیں کرتی ہے، تمام تر برے اوصاف اسکے اندر سرایت کر چکے ہیں اور اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری قوم کا آدے کا آدا بگڑ چکا ہے اور عدم تربیت کی انفرادی غلطیاں اب پوری قوم کو لپیٹ میں لے چکی ہیں، اب قوم مدر پدر آزاد ہو چکی ہے، اسکا مداوا بظاہر مشکل ہی دکھتا ہے، اور ہم اسکا خمیازہ کھلی آنکھوں بھگت رہے ہیں۔

مذکورہ بالا دردناک اور المناک حالات کی چیخ وپکار مجھے میرے اندر سے گھلا رہی ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں بھی اس منظر نامے کی تشکیل میں برابر کا ذمے دار ہوں، اور اسکا مداوا یہی ہے کہ میں اپنے اندر کی چیخ وپکار کو سب ذمے داران کے سامنے لاؤں تاکہ اس درد کو پوری قوم محسوس کرے اور اپنی گزشتہ رفتہ اقدار کو دوبارہ زندہ کرے، نونہالانِ وطن اور جوانانِ ملت کی صحیح تربیت اور انکی تعلیم میں اپنا کردار ادا کرے تاکہ ہماری موجودہ اور آنے والی نسلیں اپنے مستقبل کی بقا اور سلامتی کی علامت ثابت ہو پائیں، اور اس کائنات میں اپنا کھویا ہوا تشخص پھر سے حاصل کر پائیں۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے مقالے کے لئے عنوان ' نظام تربیت تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں' کا انتخاب کیا تاکہ معاشرتی ترقی اور فلاح و بہبود میں نظام تربیت کی اہمیت اور اسکے نفاذ کے نتائج کا ادراک ہو اور ہم اقوام عالم کے درمیان ایک پہچان اور شناخت پیدا

کرسکیں۔

تربیت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

'تربیت' کا لفظ 'رب' سے نکلا ہے، جسکے معنی ہیں کسی چیز کو اپنی رھنمائی میں کمال تک پہنچانا۔

> علامہ بیضاوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: 'تربیت کا لفظ 'رب' سے ماخوذ ہے، جسکے معنی ہیں 'کسی چیز کو آہستہ آہستہ اپنے کمال تک پہنچانا' اللہ تعالی نے اپنے آپکو رب کے لفظ سے مبالغۃ متصف کیا ہے۔(۱)

علامہ امام راغب اصفہانی اپنی معرکتہ الآراء تفسیر 'مفردات القرآن' میں لکھتے ہیں کہ: 'رب کے لفظ کی اصل تربیت ہے اور تربیت کسی چیز کو بتدریج اپنی انتہا تک پہنچانے کو کہتے ہیں، اور تربیت کے معنی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان کی دینی، فکری اور اخلاقی طور پر متوازن نشوونما کی جائے۔(۲)

اردو لغت میں تربیت کے معنی تعلیم، تادیب، سدھانا، سکھانا اور اخلاق و تہذیب کی تعلیم دینا ہے، جبکہ اصطلاح میں تربیت وہ خاص عمل ہے جسکی پابندی اس لئے کی جائے تاکہ مقصد عمدگی کے ساتھ حاصل ہو، اور تربیت کے عمل سے جوہر اصلی یا خلقی میں اضافہ ہوتا ہے۔(۳)

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ بچہ والدین کے پاس امانت ہے اور ایک ایسا نفیس جوہر ہے کہ جو صاف شفاف صفحہ کی طرح ہے جس میں جو نقش کرنا چاہیں کیا جاسکتا ہے، بچے کا تحفظ اسی میں ہے کہ والدین اس کی تربیت کریں، اس کو مہذب بنائیں، اسے عمدہ اخلاق کی تعلیم دیں، اسے برے دوستوں کی صحبت سے بچائیں، اور اس کی نگرانی کریں۔(۴)

تربیت کا جامع مفہوم یہ ہوا کہ تربیت انسان میں زندگی گزارنے کی کامل صلاحیت پیدا کرتی ہے، یہ صلاحیت محض اخلاقی ہی نہیں بلکہ فکری و عملی، علمی و وجدانی، جسمانی و روحانی، انفرادی و اجتماعی اور ملی ہر لحاظ سے ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ایک کامل انسان وجود میں آتا ہے اور یہی تربیت سے مقصود و مطلوب ہے۔

اسی طرح تربیت صرف بچوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں تربیت حاصل کرنا ضروری ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا جوان، شہری ہو یا دیہاتی۔ ادھیڑ عمر ہو یا بوڑھا ہر ایک کے لئے کسی بھی معاملے کو کرنے کے سے پہلے تربیت حاصل کرنی

ضروری ہے۔

تربیت کی اہمیت اور ضرورت:

تربیت کے فقدان نے معاشرے کے میں ہر سو بے ترتیبی اور اور بے ضابطگی کا ناسور پھیلا دیا ہے، سیاست و معاشرت تباہی کے دھانے پر کھڑے ہیں، اخلاقیات دور کہیں مرکھپ گئی ہیں، افراتفری اور نفسانفسی کا عالم ہے۔ ایسے میں اگر تربیت کے نظام نبوی ﷺ کو نہیں اپنایا گیا تو خوف ہے کہ ہم من حیث القوم ایسی تباہی کا شکار ہوجائیں کہ اسکے بعد سنبھلنا ناممکن ہوجائے۔

اللہ جل شانہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

'لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ' (۵)

ترجمہ: 'حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے۔' (۶)

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے کہ

'الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی' (۷)

ترجمہ: 'آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا، تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔' (۸)

مذکورہ بالا آیات' کر اگر مفہوم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دین مکمل ہے، زندگی کے تمام معاملات کیلئے کفایت کرتا ہے اور جناب محمد الرسول اللہ ﷺ زندگی گزارنے کیلئے مشعل راہ ہیں، جب آنحضرت ﷺ کے نظام تربیت کا جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی تربیت زندگی کے تمام معاملات پر مشتمل تھی، تجارت ہو یا کاروبار، ملازمت ہو یا روزگار، سیاست ہو یا معیشت، اخلاقیات ہوں یا عبادات، غرض بچے، بوڑھے، جوان اور ہر مرد و عورت کے لئے پوری رہنمائی موجود ہے۔

اسکے علاوہ اسلامی تعلیمات نے کچھ ایسے اصول وضوابط مقرر کردیئے ہیں کہ ہر کس و ناکس، خواہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو، ان اصولوں کی موجودگی کے ذریعے ان سے رہنمائی حاصل کرکے اپنی زندگی کو اسلامی نظام اور ڈھانچے کے مطابق ڈھال سکے، یہ ہمہ گیر اصول درحقیقت اپنے اندر اتنی قوت رکھتے ہیں کہ وہ فرد مسلم کو ہمہ وقت اپنے اعمال وافعال کا تنقیدی جائزہ لینے پر مجبور کرتے رہتے ہیں۔

آیئے ذیل میں نظام تربیت نبوی ﷺ کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں کہ موجودہ پس منظر میں امت مسلمہ کیلئے اس سلسلے میں کیا ہدایات ملتی ہیں، اور وہ کونسے ہمہ گیر اصول ہیں جو ایک مسلمان کی صحیح تربیت اور رہنمائی کے لئے دین اسلام نے تشکیل دیئے ہیں۔

؎ فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

ارشاد باری تعالی ہے:

قل هو الله احد. الله الصمد(۹)

'کہہ دو: 'بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اسکے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔'(۱۰)

یہ عقیدہ جو اس عظیم الشان فکری و عملی نظام میں مرکز اور منبع قوت کا کام دے رہا ہے، محض اسی قدر نہیں کہ 'اللہ تعالی موجود ہے' بلکہ وہ اپنے اندر اللہ تعالی کی صفات کا ایک مکمل اور صحیح تصور رکھتا ہے اور ان ہی صفات کے تصور سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انسان کی تمام فکری اور عملی قوتوں پر محیط اور حکمران ہوجاتی ہے، وہ صفت جس نے اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کردیا ہے وہ یہی ہے کہ اس نے صفات باری تعالی کا صحیح علم بخشا ہے، اور پھر اسی علم کو ایمان بلکہ اصل ایمان بنا کر اس سے تزکیہ نفس، اصلاح اخلاق، تنظیم اعمال، نشر خیر و منع شر اور بناء تمدن کا اتنا بڑا کام لیا ہے جو دنیا کے کسی بھی مذہب و ملت نے نہیں لیا۔(۱۱)

عقیدہ توحید انسان میں آزادی و حریت، قناعت و بے نیازی، عزم و حوصلہ، صبر و تحمل جیسی عظیم صفات ودیعت کرتا ہے اور خدا کے بنائے ہوئے قانون کو مان کر چلنے والا بناتا ہے۔ تمام مسلمانوں کے درمیان رشتہ اخوت اسلامی پیدا کرتا ہے اور کفر کو ملت واحدہ قرار دیتا ہے، اور وہ اعلی صفات پیدا کرتا ہے جو اسکی سیادت کے لئے ناگزیر ہیں۔

؎ کی محمد سے وفا تو نے، تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

لا یو من احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

'تم میں سے کوئی بھی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا یہانتک کہ میں اسکے نزدیک اسکے والد سے، اسکے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاوں۔'

مذکورہ بالا حدیث میں محبت سے مراد محض ظاہری اور رسمی قسم کی محبت مطلوب نہیں بلکہ ایسی محبت مطلوب ہے جو تمام محبتوں پر غالب آجائے جس کے مقابل میں عزیز سے عزیز رشتے اور محبوب سے محبوب تعلقات کی بھی قدر و قیمت نہ رہ جائے، جس کے لئے دنیا کی ہر چیز کو چھوڑا جا سکے۔(۱۲)

قرآن مجید میں اس محبت کا معیار یہ بتایا گیا ہے:

'قل ان کان آباؤ کم وابنائکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔'(۱۳)

'کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے گرجانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں، تم کو اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہانتک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر کردے'(۱۴)

سرکار دوعالم اور محبوب یزدانی ﷺ سے محبت، نظام تربیت کا وہ سنہرا اور زریں اصول ہے کہ جس کی بنیاد پر مسلمان اپنا سب کچھ نچھاور کرسکتا ہے اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی قربان کرسکتا ہے اپنے آپ سے مزاحم ہوتا ہے اور اپنے نفس سے لڑتا ہے، بیوی، بچے اور خاندان، سب کے مطالبات ٹھکرادیتا ہے۔

عبادت کی تربیت:

باری تعالی کا ارشاد ہے:

'وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔'(۱۵)

'اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔'(۱۶)

اسلام کا تصور عبادت یہ ہے کہ آپکی ساری زندگی خدا کی بندگی میں بسر ہو، آپ اپنے کو ہمہ وقتی ملازم سمجھیں، آپکی زندگی کا ایک بھی لمحہ عبادت سے خالی نہ ہو، آپکا سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا غرض کہ سب کچھ خدا کے قانون کی پابندی میں ہو۔

نماز دن میں پانچ مرتبہ یاددھانی کراتی ہے کہ مقصد تخلیق کیا ہے؟ فرض شناسی کسے کہتے ہیں؟ تعمیر سیرت کیونکر ممکن ہے؟ ضبط نفس کے کیا معنی ہیں؟ یہ وہ تمام فوائد ہیں جنکا حصول نماز کی ادائیگی سے ممکن ہو پاتا ہے۔

اسی طرح روزے کے ذریعے احساس بندگی پیدا ہوتا ہے اور اطاعت امر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ روزہ ایمان بالغیب کا شاھد عادل ہے۔ اسکے ذریعے تقوی اور پاکیزگی کی فضا قائم ہوتی ہے اور مسلمانوں میں جماعتی احساس جاگزیں ہوتا ہے نیز امداد باہمی کی فضا جنم لیتی ہے۔

اگر زکوۃ کے نظام پر نظر ڈالی جائے تو بھی اتنا بے مثال ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے ،اور اسکے فوائد اتنے کثیر ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا ، لینے والا اور پورا مسلم معاشرہ اس سے فیض یاب ہوتا ہے، اور اس سے مسلمانوں میں امداد باھمی ، ایثار، دین کی نصرت اور مال کی محبت ختم ہوجانے جیسے عظیم فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

اسکے علاوہ حج کا ایک عالمگیر نظام ہے جس کے ذریعے مسلمانوں کی شان وشوکت پوری دنیا کے سامنے ظاہر کی جاتی ہے، حج کے ذریعے مسلمانوں کو سچے عشق حقیقی سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کے چکر لگانا، صفاومروہ کے بیچ بھاگنا اور رمی واستلام کرنا، عشق نہیں تو اور کیا ہے؟ اور حج اتحاد امت مسلمہ کا بھی ایک عظیم الشان مظہر ہے، ہر رنگ ونسل کا انسان ایک ہی لباس میں، ایک جیسے اعمال سرانجام دے رہا ہے، یہ منظر واقعتہ بڑا حیران کن ہوتا ہے کہ سب مختلف انسان ایک ہی جذبات لئے ، ایک ہی شوق لئے ، ایک ہی کام سرانجام دے رہے ہیں۔

'وهو الذی یبدء الخلق ثم یعیده وهو اهون علیه.'(۱۷)

'وہی تو ہے جو آفرینش کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اسکا اعادہ کریگا اور یہ اعادہ اس کے لئے آسان تر ہے'(۱۸)

جاننا چاہئے کہ حیات اخروی کا مسئلہ محض ایک فلسفیانہ مسئلہ نہیں بلکہ انسان کی اخلاقی اور عملی زندگی سے اسکا ایک گہرا تعلق ہے، اس اعتقاد کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے آپ کو ایک ذمہ دار اور جواب دہ ہستی سمجھے اور زندگی کے تمام معاملات یہ سمجھتے ہوئے انجام دے کہ وہ اپنی ہر حرکت اور ہر فعل کے لئے ذمہ دار ہے اور مستقبل کی سعادت وشقاوت اس کے حال کی نیکی اور بدی پر منحصر ہے۔(۱۹)

ارشاد باری تعالی ہے:

'ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔'(۲۰)

'یقین رکھو کہ نیک لوگ یقیناً بڑی نعمتوں میں ہونگے، اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہونگے۔'(۲۱)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ عقیدہ بعث بعد الموت اور اللہ کے سامنے حاضری اور جوابدھی کا خوف اور پھر حسب حال جنت وجہنم کے فیصلے، انسان کو دنیا کی زندگی کی ناپائیداری اور کم مائیگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں اور انسان اپنی عاقبت کو سنوارنے کی خاطر دنیا نیکی کمانے میں خرچ کرتا ہے اور اسلام کے عظیم الشان مقاصد کو پورا کرتا ہے۔

نبوی نظام اخلاق تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں:

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

'وانك لعلى خلق عظيم'(۲۲)

اور یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو۔(۲۳)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اکمل المومنین احسنهم خلقاً

مکمل ایمان ان ہی لوگوں کا ہے جو خوش اخلاق ہونگے۔

خوش اخلاقی کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں تکبر کے بجائے تواضع اور انکسار، بخل کے بجائے سخاوت، بزدلی کے بجائے بہادری، سخت مزاجی کے بجائے رحمدلی، جلد بازی کے بجائے تحمل، زبان درازی کے بجائے خوش کلامی اور فحاشی کے بجائے عفت وپاکیزگی پائی جائے۔

اس انسان سے مل کر، اس کی باتیں سن کر اور اس کے کردار کو دوسرے شخص کو انقباض کے بجائے فرحت حاصل ہو، خلاصہ یہ کہ انسانی شرافت کی جتنی اچھی صفات ہوسکتی ہیں، ایک مومن کو ان سب کا مجموعہ ہونا چاہئے، اور جس شخص میں ان صفات کی جتنی کمی ہے اتنا ہی اس کا ایمان مکمل ہے، اور جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ خواہ قانونی طور پر مسلمان کہلائے لیکن جس قسم کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مطلوب ہے اس سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔(۲۴)

نبوی نظامِ میں سیاسی تربیت، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں:

اسلام سیاست کے اصل الاصول دیتا اور رہنمائی فراہم کرتا ہے، البتہ کسی خاص طرز

حکمرانی کی تلقین نہیں کرتا، اور نہ ہی کسی خاص طرز حکمرانی کی تائید کرتا ہے، اسی طرح آگے کی یہ تفصیلات کہ حکومت کے کتنے محکمے قائم کئے جائیں؟ انتظامی اختیارات کس طرح تقسیم کئے جائیں؟ وزراہوں یا نہ ہوں؟ اگر ہوں تو کتنے ہوں؟ وحدانی طرز حکومت ہو یا وفاقی؟ مقننہ ایک ایوان پر مشتمل ہو یا دو ایوانوں پر؟ اس میں مشاورت کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟ یہ تفصیلات اسلام نے متعین نہیں فرمائی ہیں، کیونکہ یہ مباحات کا دائرہ ہے، اس دائرے میں ہر زمانے کے اہل بصیرت فیصلے کر کے حالات کے مطابق عمل کر سکتے ہیں (۲۵)

اسلام کے سیاسی نظام کی بنیاد اس اولین اصول پر مبنی ہے کہ حاکمیت صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کی ہے، اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ

ان الحکم الا للہ (۲۶)

حاکمیت اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔ (۲۷)

جب یہ بات مقرر ہوگئی کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اور صرف اللہ جل شانہ کو سزاوار ہے تو اب زمین میں اللہ جل شانہ کے نائب کی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ کے احکامات کو اللہ کی سرزمین میں اللہ کی مرضی کے مطابق عملا نافذ کرنے کی ہر ممکن کوشش بروئے کار لائے اور نظام مصطفےٰ ﷺ کو قانونی شکل دے۔ لہٰذا نظام خلافت میں حکومت کے بنیادی مقاصد میں سب سے پہلے یہ بات ہے کہ حکومت اچھائی کو پھیلانے اور برائی کو روکنے فریضہ انجام دے۔ چنانچہ حکومت کے مقاصد کھول کھول کر بیان فرمادئے گئے ہیں۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔ (۲۸)

'یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں، اور زکوۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔' (۲۹)

ان میں سب سے پہلے اقامت صلوۃ کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اگر لوگوں کو بے مہار چھوڑ دیا جائے تو شدید افراتفری پھیل سکتی ہے، لہٰذا حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ لوگوں کو ایک نظم وضبط کا

پابند بنائے، لیکن ظاہر ہے کہ صرف قانون کے ڈنڈے کے زور پر لوگوں کو کسی نظم وضبط کا پابند نہیں بنایا جا سکتا، اس کیلئے ان کی ذہنی تربیت کی ضرورت ہے، جس کا موثر طریقہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالی کے سامنے پیش ہوکر اپنے ہر عمل کی جواب دہی کا احساس پیدا کیا جائے، کیونکہ یہی وہ احساس ہے جو انسان پر رات کی تاریکی اور جنگل کی تنہائی میں بھی پہرہ بٹھاتا ہے۔ اس احساس کو ہر وقت پیش نظر رکھنے کے لئے نماز کی پابندی نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

'عن نافع مولی عبد بن عمر ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه کتب الی عماله ان اهم امرکم عندی الصلوة، فمن حفظها وحافظ علیها حفظ دینه، ومن ضیعها فهو لما سواها اضیع' (۱۵)

'حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ میرے نزدیک تمہارے تمام کاموں میں سب سے اہم چیز نماز ہے، لہذا جو کوئی اسکی حفاظت کرے گا اور اسکی پابندی کریگا، وہ اپنے دین کی حفاظت کریگا، اور جو کوئی نماز کو برباد کریگا، اسکے دوسرے کام زیادہ برباد ہونگے'

اسی طرح زکوۃ اور امر بامعروف ونہی عن المنکر کا نفاذ ممکن بنانا اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

عدل وانصاف کی فراہمی بھی اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

اس حوالے سے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

'انما اهلك الذین قبلکم انهم کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوہ واذا سرق فیهم الضعیف اقاموا علیه الحد، وایم اللہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها۔ (۳۱)

چنانچہ اسلامی تاریخ میں ایسی بہت سی تابناک مثالیں موجود ہیں سربراہ حکومت پر نہ صرف مقدمہ چلا گیا بلکہ قاضی نے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے متبعین کی سیاسی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور انہیں بجا طور اس لائق بنادیا کہ وہ اقوام عالم کی قیادت وسیادت کا

فریضہ انجام دیں۔

نبوی نظام میں معاشی تربیت: تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں:

ارشاد باری تعالی ہے:

'تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے، رزق تنگ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے، اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ (۳۲)

قرآن مجید کا معاشی نقطہ نظر جو مذکورہ آیت سے واضح ہو جاتا ہے، یہ ہے کہ رزق اور وسائل رزق میں تفاوت بجائے خود کوئی برائی نہیں ہے جسے مٹانا اور مصنوعی طور پر ایک بے طبقات سو سائٹی پیدا کرنا کسی درجے میں بھی مطلوب ہو۔ صحیح راہ عمل یہ ہے کہ سوسائٹی کے اخلاق و اطوار اور قوانین عمل کو اس انداز پر ڈھال لیا جائے کہ معاشی تفاوت کسی ظلم و بے انصافی کا موجب بننے کے بجائے ان بے شمار اخلاقی، روحانی اور تمدنی فوائد و برکات کا ذریعہ بن جائے، جن کی خاطر ہی دراصل خالق کائنات نے اپنے بندوں کے درمیان یہ فرق و تفاوت رکھا ہے۔ کھانے والوں کو گھٹانے کی منفی کوشش کرنے کے بجائے افزائش رزق کی تعمیری کوششوں کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے۔

'تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کراتا رہے'۔ (۳۳)

اس آیت میں اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہئے، ایسا نہ ہو کہ مال صرف مالداروں ہی میں گھومتا رہے یا امیر روز بروز امیر تر اور غریب دن بہ دن غریب تر ہوتے چلے جائیں، اسی مقصد کے لئے سود حرام کیا گیا ہے، زکوۃ فرض کی گئی، مال غنیمت میں خمس مقرر کیا گیا، صدقات کی تلقین کی گئی، مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورتیں تجویز کی گئیں کہ جن سے دولت کے بھاؤ کا رخ معاشرے کے غریب طبقات کی طرف پھر جائے۔ میراث کا ایسا قانون بنایا گیا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔

اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابل مذمت اور فیاضی کو بہترین صفت قرار دیا گیا، غرض وہ انتظامات کئے گئے کہ دولت کے ذرائع پر مالدار اور بااثر لوگوں کی اجارہ داری سے قائم نہ ہو اور

دولت کا بہاو امیروں سے غریبوں کی طرف ہوجائے۔ (۳۴)

حاصل مطالعہ:

مندرجہ بالا تمام حقائق وشواہد کی موجودگی میں اس نتیجے پر پہنچنا کوئی دشوار امر نہیں کہ اسلام نے تربیت آدمیت کا ایسا محیر العقول نظام وضع کیا ہے کہ جس کے نتیجے میں ازلی انسانی فلاح و بہبود کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔ اگر ان تمام سفارشات پر عمل کیا جائے اور انہیں مسلمان اپنی روزمرہ زندگی کا وظیفہ بنالیں تو کچھ عبث نہیں کہ اگلی دھائی میں مسلمانوں کے ملک وملت ڈنکا چہار دانگ عالم میں بج رہا ہو اور مسلمانان عالم اپنی کھوئی ہوئی عزت ووقار پھر سے حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں، اور ایک مرتبہ پھر دنیا کی سیادت وقیادت کا اہم فریضہ انجام دیں۔

کتابیات وحوالہ جات:

(۱) تفسیر بیضاوی، عبداللہ عمر بن محمد الشیرازی، ص ۳۲، مکتبہ رحمانیہ، لاھور

(۲) مفردات القرآن، امام راغب اصفھانی، ص ۲۷۳، ج ۱، اسلامی اکیڈمی، لاھور

(۳) اردو لغت، ض ۵، ص ۸۹، ناشر اردو ڈکشنری بورڈ، کراچی

(۴) احیاء العلوم، امام غزالی، ص ۶۳، ج ۳، مکتبی رحمانیہ، لاھور

(۵) القرآن، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۲۱

(۶) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۱۲۸۹، مکتبہ معارف القرآن

(۷) القرآن، سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۴

(۸) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۳۲۵، مکتبہ معارف القرآن

(۹) القرآن، سورۃ الاخلاص، آیت نمبر ۱-۲۔

(۱۰) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص، مکتبہ معارف القرآن

(۱۱) اسلامی نظریہ حیات، خورشید احمد، ص ۱۸۴، شعبہ تصنیف وتالیف، کراچی یونیورسٹی

(۱۲) اسلامی نظریہ حیات، خورشید احمد، ص ۲۵۲، شعبہ تصنیف وتالیف، کراچی یونیورسٹی

(۱۳) القرآن، سورۃ التوبۃ، آیت نمبر ۲۴

(۱۴) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۴۰۹، مکتبہ معارف القرآن

(۱۵) القرآن، سورۃ الذاریات، آیت نمبر ۵۶
(۱۶) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۱۱۰۳، مکتبہ معارف القرآن
(۱۷) القرآن، سورۃ الروم، آیت نمبر ۲۷
(۱۸) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۱۱۰۳، مکتبہ معارف القرآن
(۱۹) اسلامی نظریہ حیات، خورشید احمد، ص ۲۹۹، شعبہ تصنیف وتالیف، کراچی یونیورسٹی
(۲۰) القرآن، سورۃ الانفطار، آیت نمبر ۱۳۔۱۴
(۲۱) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۱۲۶۹، مکتبہ معارف القرآن
(۲۲) القرآن، سورۃ القلم، آیت نمبر ۴
(۲۳) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۱۲۱۵، مکتبہ معارف القرآن
(۲۴) فرد کی اصلاح، مفتی تقی عثمانی، ص ۸۸، مکتبہ دار العلوم کراچی
(۲۵) اسلام اور سیاسی نظریات، مفتی تقی عثمانی، ص ۱۷۲، مکتبہ دار العلوم کراچی
(۲۶) القرآن، سورۃ یوسف، آیت نمبر ۴۰
(۲۷) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۵۱۰، مکتبہ معارف القرآن
(۲۸) القرآن، سورۃ الحج، آیت نمبر ۴۱
(۲۹) آسان ترجمہ قرآن، مفتی تقی عثمانی، ص ۷۱۹، مکتبہ معارف القرآن
(۳۰) موطا امام مالک، وقوت الصلوٰۃ، ص ۶، ج ۱
(۳۱) بخاری، محمد بن عبداللہ، قبیل کتاب المناقب، حدیث ۳۴۷۵
(۳۲) القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۳۰۔۳۱
(۳۳) القرآن، سورۃ الحشر، آیت نمبر ۷
(۳۴) محسن انسانیت اور انسانی حقوق، حافظ محمد ثانی، ص ۱۳۷، دار الاشاعت، کراچی